تفتیشی صحافت

تفتیشی صحافت ایک محنت طلب اور بعض اوقات پر خطر ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس بارے میں رپورٹر کا کام یہ ہے کہ جب اسے یہ شبہ ہو کہ کسی واقعے کی پردہ پوشی کی جارہی ہے یا بظاہر وہ خبر جو عام طور پر مشہور ہے اور لوگوں کے علم میں ہے، وہ درست نہیں بلکہ پس پردہ اصل خبر کچھ اور ہے تو وہ اہل خبر اور پس پردہ محرکات کا سراغ لگانے پر کمر بستہ ہو جائے۔ لیکن اس فریضے کی انجام دہی میں رکاوٹیں پیدا ہوں گی۔ اگر اس معاملے میں حکومت ملوث ہے تو ممکن ہے کہ طرح طرح کی تاویلیں پیش کرے اور رپورٹر کے راستے میں رکاوٹ بن جائے۔ برسر اقتدار سیاسی گروہ اس سے انتقام لینے کے درپے ہو سکتا ہے۔ پولیس قانونی دفعات کا سہارا لے اسے گرفتار کر سکتی ہے ''سرکاری راز'' کے انکشاف پر اسے سزا دی جا سکتی ہے، ممکن ہے، اس خبر کا تعلق منشیات فروشوں اور دہشت گردوں کے گروہ سے ہو اور وہ اسے ہلاک کرنے کے درپے ہو جائیں، غرضیکہ دنیا میں تقریباً ہر جگہ تفتیشی صحافت کی راہ میں دشواریاں موجود ہیں، البتہ جن ملکوں میں صحافت کی آزادی موجود ہے، شہریوں کو آئینی طور پر تمام بنیادی حقوق حاصل ہیں اور جمہوری ادارے شہری حقوق کا تحفظ موثر انداز میں کر رہے ہوں، جہاں تعلیم عام ہو اور عدالتیں آزادی سے کام کر رہی ہوں، وہاں تفتیشی صحافت میں کامیابی یقینی ہے اور یہ کام زیادہ پر خطر بھی نہیں، البتہ جن ملکوں میں صورت حالات اس کے برعکس ہو، یعنی خواندگی کی سطح افسوس ناک حد تک پست ہو، ملک میں جمہوریت سے زیادہ شخصی یا آمرانہ حکومتوں کا دور دورہ ہو، سیاسی آزادیاں مفقود، جمہوری ادارے کمزور اور عدالتیں مصلحت کوش ہوں، وہاں تفتیشی صحافت کے فروغ کے امکانات بہت کم اور رپورٹر کے لیے خطرات زیادہ ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جنوبی ایشیا کے ملکوں میں اکثر اس طرح کی خبریں سننے میں آتی ہیں کہ فلاں ملک

میں پورے سال کے دوران اتنی تعداد میں صحافی قاتلانہ حملوں میں جاں بحق ہو گئے۔ یہ صحافی، دہشت گردوں، منشیات فروشوں، اسلحہ کے اسمگلروں اور بعض اوقات خود پولیس کے ہاتھوں جان سے ہاتھ دھوتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ تفتیشی صحافت پاکستان اور دوسرے ترقی پذیر ملکوں میں ایک مفروضے کا درجہ رکھتی ہے۔ ان ملکوں میں اخبارات اتنے آزاد یقیناً نہیں ہیں کہ ریاستی اور مالی امور کے سلسلے میں چھان بین کر سکیں، البتہ جب سے جمہوریت بحال ہوئی ہے اور 1988ء کے بعد 1990ء میں دوسری بار عام انتخابات ہوئے ہیں، صورت حال بہت حد تک تبدیل ہو گئی ہے۔ اب اخبارات، غیر ملکی تجارتی سودوں کے بارے میں اعلیٰ حکام کی بے ضابطگی، سرکاری انتظامیہ کے تساہل، منشیات فروشوں کے ساتھ قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں اور افسروں کی ملی بھگت اور اسی نوع کی خبریں آزادی سے شائع کر رہے ہیں، اس طرح مفاد عامہ کے پیش نظر ایسی خبروں کی چھان بین میں بھی لگے رہتے ہیں جن کا تعلق اعلیٰ ترین انتظامی اداروں سے ہے۔ اس کے باوجود جب تک جمہوری ادارے مضبوط نہیں ہوں گے اور عام لوگوں کی شرح خواندگی میں اضافے کے علاوہ ان کے سیاسی شعور کی سطح بلند نہیں ہوگی، اس وقت تک آزاد صحافت معرض خطرے میں رہے گی۔

کسی قوم کی سماجی اور تہذیبی ترقی اور مالی استحکام میں اخباروں کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ اخبارات عام لوگوں کو ہر طرح کی خبریں فراہم کرتے ہیں، انہیں ترقی کی راہیں سمجھاتے ہیں اور انہیں ان خطرات سے باخبر رکھتے ہیں جو ان کی خوشحالی، آزادی اور ترقی کی راہ میں مزاحم ہو سکتے ہیں۔ اگر اخبارات آزاد نہ ہوں اور وہ قومی زندگی میں خرابیوں کی نشاندہی نہ کر سکیں، اگر وہ غبن، رشوت، بدنظمی اور سماج دشمنی کے عوامل کا پردہ چاک کرنے کی بجائے، ان کی پردہ پوشی کرتے رہیں تو قوم کی تباہی یقینی ہوگی۔

ویسے تو ہر رپورٹنگ اپنی اصل میں تفتیشی رپورٹنگ کے منصوبے کو بروئے کار لانے میں کئی ہفتے، مہینے بلکہ ایک سال بھی لگ سکتا ہے۔ دراصل اس کا تعلق کسی زیر تفتیش معاملے کی نوعیت اور اس کی سنگینی پر ہے۔ تفتیش پر آمادہ رپورٹر کسی مسئلہ کی چھان بین یا کسی فرد کے کوائف معلوم کرنے میں دیدہ ریزی سے کام لیتے ہیں اور اکثر اس کاوش کے نتیجے میں بد دیانتی، رشوت اور سرکاری انتظامیہ کی نااہلی یا فریب کاری کا پردہ چاک کرتے ہیں۔

فوجی ساز و سامان کی خریداری کے نتیجے میں حاصل ہونے والی کمیشن کی رقم اور ہیروئن کی سمگلنگ کے موضوعات، رپورٹروں کی تفتیش کا پسندیدہ موضوع رہ چکے ہیں۔

مغرب میں تفتیشی رپورٹروں کی خبروں نے ان کے معاشروں کو زبردست تبدیلیوں سے ہمکنار کیا ہے۔ اس سلسلے میں امریکہ کے واٹرگیٹ اسکینڈل نے دنیا بھر میں شہرت حاصل کی اور اسے تفتیشی رپورٹنگ کی نمایاں مثال بنا کر پیش کیا گیا۔ بوب وڈورڈ اور کارل برنسٹائن وہ صحافی تھے، جنہوں نے صدر نکسن کو امریکی ایوان صدارت سے باہر نکلوا دیا ،لیکن ان کی تفتیشی رپورٹنگ کے نتیجے میں محض اتنا ہی نہیں ہوا' بلکہ امریکی کانگریس نے اس کے بعد ہی متعدد اصلاحات کی ضرورت محسوس کی، چنانچہ آئین کے تحت امریکی صدر کو اپنے اختیارات کے لیے اور خود کانگرس کو بھی جواب دہی کا پابند کیا گیا۔ ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ آزاد ملکوں میں اخبارات نے کس طرح اہم مسائل پر روشنی ڈالی، چھپے ہوئے گوشے بے نقاب کیے اور سماج میں تبدیلیوں کے رواج دیا۔

تفتیشی رپورٹنگ سے قدرے مختلف In-depth Reporting ہے، یعنی گہرائی میں اتر کر حقائق معلوم کرنا۔ یہ رپورٹنگ اور اصل خبر اور فیچر کو جوڑنے سے بنتی ہے۔ یعنی کسی اہم مسئلہ کا شرح وبسط سے مطالعہ پیش کرتے ہیں اور اس میں خبر کے عنصر کو نمایاں جگہ دیتے ہیں اس کی ایک مثال کچھ یوں ہے کہ ہر سال رمضان المبارک کی آمد پر گداگروں کی ٹولیاں شہر کے گلی کوچوں اور سڑکوں پر اچانک نمودار ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ عورتیں اور بچے، یعنی گدگروں کا پورا کنبہ ہوتا ہے یہ لوگ عید کے چند روز بعد تک نظر آتے ہیں، پھر مقامی گداگروں کے سوا باہر سے آئے ہوئے گداگر اپنے ٹھکانوں کو واپس چلاے جاتے ہیں۔ ایک رپورٹر نے ان کی In-depth Reporting یعنی مفصل اور سیر حاصل خبر بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے شہر کے چند گنجان آباد محلوں اور مصروف مارکیٹوں میں اور بڑی بڑی مساجد کے سامنے بیٹھے ہوئے گداگروں کی تعداد کا تخمینہ لگایا۔ سماجی کارکنوں کا مدد سے یہ اندازہ لگایا کہ کتنے گداگر آئے اور کہاں سے آئے۔ ان کی آبائی بستی کون سی ہے۔ ان کی یومیہ اوسط آمدنی کیا ہے۔ یہ لوگ خاص اسی شہر میں کیوں آتے ہیں۔ یقیناً اس لیے کہ یہاں کی آبادی متمول ہے، رمضان میں زکوۃ اور خیرات کی رقم ''محتاجوں'' میں تقسیم کر کے ان کی روح کو تسکین ملتی ہے۔ پھر شہر میں مختصر اقامت اختیار

کرنے والوں کے دیگر معمولات اور رہن سہن کے انداز کیا ہیں۔ کیا یہ لوگ واقعی پیشہ ور گداگر ہیں یا محض رمضان میں اضافی آمدنی کے لیے یہ پیشہ اختیار کر لیتے ہیں اور لوگوں کے جذبہ خیر سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ رپورٹر نے اندازہ لگایا کہ رمضان المبارک میں اگر خیرات کی اضافی رقم جمع کرنے کا کوئی مناسب بندوبست ہو تو یہ زرکثیر یتیموں اور محتاجوں کے اداروں کی امداد میں کام آ سکتا ہے اور غیر مستحق افراد کی لوٹ کھسوٹ کا خاتمہ بھی ہو سکتا ہے۔

Indepth Reporting یا مفصل مشاہداتی رپورٹنگ، تفتیشی رپورٹنگ سے ان معنوں میں بھی مختلف ہوتی ہے کہ اول الذکر میں کوئی بات نئی اور چوکا دینے والی نہیں ہوتی، جب کہ آخرالذکر میں حیرت کا عنصر بہرطور موجود ہوتا ہے۔ مثلاً واٹر گیٹ کے واقعہ کا اندازہ بھلا کسے تھا؟ چنانچہ جب اس کا انکشاف ہوا تو ایک دنیا محو حیرت ہو گئی۔ لیکن مفصل مشاہداتی رپورٹنگ میں بالعموم ایسے مسائل تجزیاتی اندازے پیش سے کئے جاتے ہیں، جن سے بیشتر قارئین واقف ہوتے ہیں، مثلاً جرائم، نشہ خوری، بیگار اور بچوں سے مشقت لینا۔

ایک تفتیشی رپورٹر کا طریق کار

ایک تفتیشی رپورٹر ان حقائق پر برابر کان لگائے رکھتا ہے کہ کون سے واقعات معاشرے میں اس کے گردوپیش رونما ہوتے ہیں، چنانچہ سرکاری انتظامیہ صنعت وتجارت کے شعبے اور پولیس کے محکمے میں روابط رکھنے سے بعض اوقات بڑی بڑی خبریں مل جاتی ہیں یا چند ایسی باتوں کا سراغ ملتا ہے جن سے تفتیش کی راہیں نکلتی ہیں۔ ان راہوں میں آگے بڑھنے سے کوئی بڑی چیز مل سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ناکامی ہو اور رپورٹر کی تگ ودو رائیگاں جائے۔

پاکستان میں لاتعداد ایسے مسائل ہیں، جن پر محنت کرنے سے کوئی تفتیشی خبر مل سکتی ہے۔ مثلاً ہیروئن کی تیاری کے بعد ''علاقہ غیر'' سے پاکستان میں اس کی درآمد اور تقسیم پھر بیرون ملک اس کی اسمگلنگ کے نت نئے طریقے، پولیس اور کسٹم کے بددیانت ملازموں کا کردار، بعض بڑے لوگوں کی سرپرستی اور معاونت وغیرہ۔ بلوچستان میں ہیروئن کا ایک بڑا ذخیرہ پکڑا گیا، لیکن سنا گیا کہ اسمگلر اتنے طاقت ور تھے کہ متعلقہ اہلکار ایک عرصے تک ان کے خلاف مقدمہ بنانے میں پس وپیش کرتے رہے، پھر کسی اخبار نے

خبر دی کہ اسمگلروں نے جو راکٹ لانچر اور بھاری ہتھیاروں سے مسلح تھے، کسٹم اور پولیس کے دستوں کا نہ صرف مقابلہ کیا، بلکہ سرکاری آدمیوں کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ رپورٹر نے مزید بتایا کہ منشیات کے اسمگلروں نے ایران اور پاکستان کے بارڈ کے قریب ایک طرح کی ''متوازی حکومت'' بنا رکھی ہے اور نہایت دیدہ دلیری سے اپنی مذموم سرگرمیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر ان کا موثر طور پر قلع قمع نہ کیا گیا تو آئندہ ان کا مقابلہ کرنا دشوار ہو جائے گا۔ رپورٹر نے اپنی تفتیش کے نتیجے میں بعض ایسی باتیں بتائیں جو عام قارئین کے لیئے انکشاف کا درجہ رکھتی تھیں۔

اسی طرح کی تفتیشی رپورٹنگ کئی سرکاری شعبوں کے سلسلے میں ہو چکی ہے، مثلاً ٹیلیفون کے کنکشن کے اجراء کے سلسلے میں بے ضابطگیاں۔ ایک درخواست دہندہ کو 20 سال بعد کنکشن ملا۔ پانی کی فراہمی اور بجلی کی ترسیل کے شعبوں میں بدعنوانیاں۔ دونوں محکموں کے ایک دوسرے پر لاکھوں روپے واجب الادا ہیں۔ سرکاری اراضی اور شہری آبادی کے پلاٹوں کی الاٹمنٹ میں بااختیار عہدیداروں اور سیاست دانوں کی دھاندلی۔ بینکوں سے قرضوں کا اجراء، کس نے کتنی رقم حاصل کی اور قرضہ معاف کروالیا۔ یہ اور ایسی بہت سی بدعنوانیاں تفتیشی رپورٹنگ کا موضوع بن چکی ہیں اور جب تک معاشرے میں قانون اور ضابطے سے انحراف کا رویہ موجود ہے، ایسی خبریں بنتی رہیں گی۔ سرکاری انتظامیہ سے رابطہ رکھنے میں رپورٹر کو ایسی خبروں کے اشارے مل جاتے ہیں، مثال کے طور پر سرکاری ٹینڈر کے اجراء میں رشوت کا عنصر سرکاری سامان کی خریداری میں کمیشن کی وصولی، ووٹوں کی خرید و فروخت، سرکاری رقوم کا ناجائز استعمال وغیرہ۔ ایک ہوشیار رپورٹر ایسی خبروں کے پیچھے لگا رہے گا، لیکن اپنے رپورٹر کو ان کی اشاعت کے خطرے میں مبتلا کرنے سے پہلے مطلوبہ شواہد اکٹھا کر لے گا، ظاہر ہے کہ الزام کی نوعیت جتنی شدید ہوگی، شواہد بھی اتنے ہی یقینی ہونے چاہئیں۔

رپورٹر جب کسی حکومتی ادارے کے بارے میں چھان بین کر رہا ہو تو اس وقت یہ جاننا بہت ضروری ہو جاتا ہے کہ اس ادارے کا نظام کار کیا ہے۔ یہاں معمول کی کاروائی کس طرح ہوتی ہے، نظام کس ڈھب پر چلایا جا رہا ہے اور اصولاً اسے ہونا کیا چاہئے۔ یہ جاننے کے بعد ہی وہ اصول اور ضابطے سے انحراف کی شکایت کر سکتا ہے۔

سرکاری دستاویزات کے مطالعے سے خبر نکالنا، کاغذی سراغ رسانی کہلاتا ہے، دوسرے ترقی پذیر ملکوں کی طرح پاکستان میں بھی سرخ فیتے کی لعنت موجود ہے، یہاں جب کسی کام کو ٹالنا ہو تو لکھا پڑھی کا کبھی نہ ختم ہونے والا چکر چلا دیا جاتا ہے، یہاں کاغذات کے مطالعے سے خبر نکالنا یوں بھی مشکل ہوتا ہے کہ انتظامیہ ایسے معاملوں میں رپورٹر کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی اور سرکاری افسر اپنے وسیع اختیارات استعمال کر کے متعلقہ دستاویزات کی ہوا بھی نہیں لگنے دیتا۔ چنانچہ کاغذی سراغ رسانی پر آمادہ رپورٹر کو اپنے کام کے آغاز ہی میں سرکاری اداروں کے بجٹ زیر تفتیش محکمے کے انتظامی خاکے کی نقل اور دوسرا تحریری مواد جس حد تک دستیاب ہو، حاصل کر لینا چاہئے، دوسرے مرحلے میں اسے متعلقہ قوانین اور ضوابط کا مطالعہ کرنا ضروری ہے، اس کے ساتھ ہی اگر اس سلسلے کی کچھ خبریں پہلے آ چکی ہیں تو انہیں بھی پڑھ لینا چاہئے۔ اس کے علاوہ متعلقہ شعبے کے ماہرین سے سوالات پوچھ کر زیر تفتیش نظام کار کی اصطلاحات کو سمجھنا ضروری ہوگا۔

ماہروں سے سوال پوچھتے وقت رپورٹر کو یہ معلوم کرتے رہنا چاہیے کہ فلاں بات سے کیا مفہوم نکلتا ہے اور فلاں اصطلاح کے کیا معنی ہیں، اسے بہر طور پر علم ہونا چاہیے کہ اسے کس قدر معلومات حاصل ہو چکی ہیں اور کون سی باتیں معلوم کرنی باقی ہیں۔ بہت سے ممالک کا دستور ہے کہ وہاں عام لوگ جب چاہیں قانونی دستاویزات، منصوبہ بندی اور علاقائی نوعیت کے معاہدوں کا اور کاروباری لائسنس اور ٹھیکے داری سے متعلق دستاویزات کا مطالعہ کر سکتے ہیں، لیکن جن ملکوں میں یہ سہولت میسر نہیں وہاں رپورٹر کو معلوم حقائق کی مدد سے اپنے نتائج مرتب کرنے ہوتے ہیں، یہ بھی ایک طرح کی سراغ رسانی ہوتی ہے۔

ترقی پذیر ملکوں میں ارباب اقتدار کے حسب نسب اور خاندانی روابط سے واقفیت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ یہاں اقربا پروری کی شکایت عام سنی جاتی ہے۔ سرکاری ٹھیکے عام طور پر قرابت داروں اور قریبی دوستوں کو ملتے ہیں۔ کسی شخص کو ٹھیکہ کہاں اور کیوں ملا اور کن خاندانی روابط کے طفیل ملا، یہ بات معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوتا۔ یہیں سے تفتیشی رپورٹنگ کی راہ کھل جاتی ہے۔ سرکاری ایجنسیوں کو فنڈ کن ذرائع سے ملتا ہے، انہیں سمجھنا بھی تفتیشی رپورٹنگ کے لیے کلید کامیابی ہے۔ ان معاملوں میں حکومت بھی دخیل ہوتی ہے۔ سرکاری حکام اور غیر ملکی امدادی اداروں کے سرکردہ افراد سے باتیں

کرتے وقت رپورٹر کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سارے عمل کی نوعیت کیا ہے اور کون سا کام کس طرح آگے بڑھتا ہے۔ تفتیشی رپورٹنگ کرتے وقت صحافیوں کے لیے لازم ہے کہ جو معلومات انہیں حاصل ہیں، ان کی مدد سے سوالات مرتب کریں اور انہیں لکھ ڈالیں۔ ان سوالات کے جواب انہیں پہلے سے معلوم ہونے چاہئیں، پھر باخبر ذرائع جو اعداد و شمار فراہم کریں اور جو باتیں کہیں، ان کے ساتھ اپنے جوابات ملانے چاہئیں اور آخر میں یہ دیکھنا چاہیے کہ متعلقہ حکام کیا ان الزامات کی صحت سے انکار کرتے ہیں، جن کی تصدیق ان کی اپنی سرکاری رپورٹوں سے ہوتی ہے۔

ابتدائی معلومات کی حیثیت کنجی کی ہے۔ ایک رپورٹر کے پاس جتنی زیادہ معلومات ہوں گی، وہ ایک تفتیشی رپورٹ کے لیے اسی قدر تیار ہوگا۔ کاغذی سراغ رسانی کس طرح بروئے کار آتی ہے، اسے چند مثالوں سے سمجھنا چاہیے۔ ایک بار ''اکونومسٹ'' نامی مجلّے نے لکھا کہ پاکستان میں کرپشن کی سطح نائیجیریا کے برابر جا پہنچی ہے۔ اب ذرا قیاس کیجئے کہ وہ مہم جو رپورٹر آپ ہی ہیں جو کرپشن کی مختلف صورتوں کے بے نقاب کرنا چاہتے ہیں، مثلاً یہی بات کہ غیر ملکی امدادی رقوم کس بے دردی سے ضائع کی جا رہی ہیں۔ آپ اس پر سے پردہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

آپ امریکی امدادی ادارے اور اس کی مختلف فاؤنڈیشن سے ان منصوبوں کی فہرست حاصل کیجئے، جن کے لیے امدادی رقوم آ رہی ہیں۔ پھر حکام سے ان منصوبوں کے بارے میں، جواب ''مردہ'' ہو چکے ہیں'' ''آف دی ریکارڈ'' معلوم کیجئے۔ ان سے کہئے کہ گذشتہ پانچ سال کے دوران میں جن منصوبوں پر کام مکمل ہو چکا یا جو زیر تکمیل ہیں، ان کی ایک فہرست دکھائیں۔ اس کے بعد اپنے طور پر اس امر کی تصدیق کیجئے کہ کتنے منصوبوں پر واقعی کام مکمل ہوا ہے۔ کسی سرکاری افسر کی رہنمائی کی بدولت، جو یقیناً اپنا نام پوشیدہ رکھنا چاہے گا، رپورٹر کو معلوم ہو جائے گا کہ امدادی رقوم کس طرح ان منصوبوں کے لیے جاری کی گئیں۔ جن پر سرے سے کام شروع ہی نہیں ہوا۔ اب رپورٹر ان منصوبوں کے مالی مصارف اور ان پر ضائع ہونے والی رقوم کی تفصیل اپنے قارئین کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ وہ ان سرکاری عہدیداروں کے ناموں کا بھی انکشاف کرے گا، جنہوں نے ان منصوبوں کی سربراہی کی اور ان سے سوال کرے گا کہ وہ رقوم کہاں گئیں؟ اس کے

ساتھ ہی متعلقہ عہدیداروں کو صورت احوال کی وضاحت کا موقع ملنا چاہیے۔ وہ افراد جو زیر بحث منصوبے میں شامل تھے، ممکن ہے وہ اور وہ لوگ بھی کچھ کہنا چاہیں، جنہیں اس منصوبے کی تکمیل سے فائدہ پہنچ سکتا تھا، مثلاً نہر یا سڑک کی تعمیر کا منصوبہ ہو تو گاؤں کے باشندے، کسان اور دست کار اپنی مشکلات بیان کریں گے۔ شاید مختلف امدادی ذرائع بھی کرپشن کے بارے میں آف دی ریکارڈ گفتگو کرنا چاہیں۔

انٹرویو کرنا

تفتیشی رپورٹنگ اور تحقیقی نوعیت کے فیچر لکھنے کے لیے ایک یا دو انٹرویوز سے کام نہیں چلے گا اگر طویل مضمون ہو تو 30,20 یا شاید اس سے بھی زائد انٹرویوز کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ رپورٹر ہو اس شخص سے بات کرے گا، جو اپنی بات کرنا چاہیے گا۔ تفتیشی رپورٹر کے کام کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اپنی خبر کے حق میں شواہد اکٹھا کرنے کے لیے وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں سے انٹرویو کرے۔

تفتیشی رپورٹروں کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دائرے میں باہر سے اندر کی طرف پیش قدمی کرے ہیں۔ اسے یوں سمجھئے کہ جس طرح کسی پھل کی بہت سی پرتیں ہوتی ہیں، اوپر کی پرتیں سخت کڑوی اور کسیلی، لیکن سب سے میٹھا حصہ یعنی پھل کا گودا آخر میں آتا ہے۔ اسی طرح تفتیشی رپورٹر کا کام ابتدا میں سخت اور تکلیف دہ، لیکن اس کی کاوشوں کا حاصل بالآخر شیریں ہوتا ہے۔ تفتیشی رپورٹر ابتداً عام نوعیت کے لوگوں سے انٹرویو کر کے معلوم حقائق ریکارڈ کرتے ہیں پھر بتدریج اہم ترین ذرائع کی طرف بڑھتے ہیں، یہاں تک کہ آخر میں لوگوں سے نٹرویو کرتے ہیں، جو اصل خبر کی تصدیق کرتے ہیں۔

پاکستان میں ہیروئن کی پیداوار اور تقسیم کے سلسلے میں تفتیش کا یہی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ فرض کیجئے آپ اس سلسلے میں رپورٹنگ کریں گے آپ سیدھے جا کر منشیات کے کسی بڑے اسمگلر سے یا اس کی مجرمانہ کاروائی کی نگرانی کرنے والے کسی افسر سے انٹرویو کی کوشش نہیں کریں گے۔ کیوں؟ اس لیے کہ جونہی ان لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ایک رپورٹر تاک جھانک میں لگا ہوا ہے تو ان کا پیغام تمام متعلقہ افراد تک پہنچ جائے گا کہ فوراً محتاط ہو جائیں اور خبردار کوئی شخص لب کشائی نہ کرے۔

اسی طرح ایک محکمے کے سربراہ کو جونہی معلوم ہوگا کہ اس کے خلاف نا اہلی کے الزام کی چھان بین شروع ہوگئی ہے، وہ اپنے ہر ماتحت کو سختی سے متنبہ کر دے گا کہ کوئی شخص رپورٹر سے بات نہ کرے ورنہ اسے اپنی نوکری سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اسی طرح منشیات کے کسی بڑے سوداگر کو جب یہ علم ہوگا کہ کوئی رپورٹر اس کے مجرمانہ کاروبار کی چھان بین کر رہا ہے تو وہ بیچ کے لوگوں اور درمیانہ ''تاجروں'' کو اپنا منہ بند رکھنے کا حکم دے گا۔ لہٰذا آپ کو چاہیے کہ انتہائی اہم افراد سے انٹرویو آئندہ کے لیے اٹھا رکھیں اور ان سے بات چیت سب سے آخر میں کریں۔

تفتیش کی رپورٹ کیسے مرتب کی جائے؟

چھان بین خواہ کسی طرح کی ہو، اسے شروع کہاں سے کیا جائے اور کس سے انٹرویو کیا جائے، یہ سوالات ہمیشہ پریشان کن ثابت ہوئے ہیں۔ اسی طرح دستاویز کی چھان بین کے بعد اپنے نتائج کو کاغذ پر منتقل کرنا، خاص طور پر اس صورت میں جب اعداد وشمار بکثرت ہوں اور ایک سے دوسری کہانیاں نکل رہی ہوں۔ بہت دشوار ہوتا ہے۔ ویسے ایک بات برسبیل تذکرہ۔ مجرمانہ کاروبار کرنے اور کرپشن سے پردہ اٹھانے کے لیے رپورٹروں کو قدرے چالاکی سے کام کرنا پڑتا ہے۔

اپنے ذرائع پر انحصار کرنا ایک حد تک تو فائدہ مند ہوسکتا ہے، لیکن کسی خبر کو اصل تقویت اس وقت حاصل ہوتی ہے، جب اس کی تائید میں واضح اعداد وشمار پیش کیے جائیں اور خبر کی عینی شہادت موجود ہو۔ جب آپ کسی ذریعے سے خبر حاصل کریں تو اسی پر تمام تر انحصار نہ کریں بلکہ اس کی تصدیق دو قابل اعتماد افراد سے ضرور ہونی چاہیے یہ وہ مسلمہ طریقہ ہے، جو تمام بڑے اخبارات کے پختہ کار رپورٹر اختیار کرتے ہیں۔ پھر خبر کی اشاعت کا فیصلہ کرتے وقت دیکھنا چاہیے کہ خود رپورٹر کا قیاس کیا کہتا ہے اور کیا اس کا دل اس خبر کی صداقت کو تسلیم کرتا ہے۔

رپورٹر کو بہر حال یہ تو یقین کرنا ہی پڑے گا کہ اس کے ذرائع جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ غلط نہیں اور اسے دوسرے ذرائع سے جو اشارے ملے ہیں، ان سے بھی انہی نتائج تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے۔ اکثر تو یوں بھی ہوتا ہے کہ کسی خبر کے سلسلے میں کلی طور پر اپنے

ذرائع کی اطلاع پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے لیکن کچھ سوچ بچار کے بعد رپورٹر دوسرے ذرائع سے ضروری اعداد و شمار معلوم کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

یہاں پولیس کرپشن کے سلسلے میں ایک خبر کی مثال شائع کی جا رہی ہے۔ کوئی پولیس والا بشرطیکہ بہت ہی احمق نہ وہ اپنی رشوت ستانی کے دستاویزی شواہد نہیں رکھے گا۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ پولیس کرپشن کی خبر سرے سے دی ہی نہیں جا سکتی۔ ایک رپورٹر خبر کا آغاز دکانداروں، ٹیکسی اور رکشا چلانے والوں اور خود پولیس افسران کے ساتھ گفتگو سے کر سکتا ہے۔ اس بات کے نتیجے میں چند لچسپ خبریں ہاتھ لگیں گی، لیکن صریح حقائق تو بہر حال حاصل نہ ہوں گے۔

ان حالات میں رپورٹر حکومت پنجاب کے دفتر میں جائے گا اور ان دستاویزات کا مطالعہ کرے گا جن سے یہ علم ہو سکے کہ لاہور کی کن سڑکوں کے کنارے سودا بیچنے والوں کو اپنی ریڑھی لگانے کی اجازت ہے اور کن جگہوں پر یہ اجازت نہیں ہے۔ جہاں یہ اجازت نہیں، ان جگہوں کے نام نوٹ کرنے کے بعد وہ وہاں جائے گا اور ارد گرد بیٹھے ہوئے ریڑھی والوں کی تعداد شمار کرے گا۔ اس موقع پر وہ بعض ریڑھی اور چھابڑی والوں سے انٹرویو بھی کر سکتا ہے (ملاحظہ ہو انٹرویو سے متعلق باب) اور ان سے پوچھے گا کہ وہ اس جگہ پر بیٹھنے کے لیئے یومیہ کتنی رشوت دیتے ہیں۔ ممکن ہے اسے کچھ ریڑھی والے رشوت دیتے ہوئے بھی نظر آ جائیں، بلکہ اگر ہو سکے تو وہ کسی مقام سے چھپ کر فوٹوگراف بھی لے سکتا ہے۔ ایک اور طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ خود ریڑھی لگا کر کاروبار شروع کرنے کا ارادہ ظاہر کرے اور اس سلسلے میں جب پولیس افسر سے معاملے کی بات چیت ہو تو وہ ساری گفتگو اپنے ریکارڈر پر ٹیپ کر لے۔

رپورٹر کا دوسرا مرحلہ یہ ہوگا کہ وہ رشوت خور افسروں کے بارے میں پتہ چلائے کہ کون کون کتنا کھاتا ہے اور ان کو ہفتہ وار، ماہانہ یا سالانہ کتنی آمدنی ہوتی ہے۔ ایک ہفتے کے دوران، دو جگہوں میں ریڑھی لگانے والوں کی اوسطا کتنی آمدنی ہوتی ہے اس سے حساب لگایا جا سکتا ہے کہ ریڑھی والے ہفتے بھر میں کتنی رشوت دیتے ہیں اور پولیس والوں کی مجموعی آمدنی کیا ہے۔

پھیری والوں کے تبصروں کے ساتھ رپورٹر کو پولیس کرپشن کی ایک مکمل تصویر مل جاتی

ہے۔اس طرح رکشااور ٹیکسی والوں سے ہونے والی اوسط آمدنی کا موٹا حساب لگایا جاسکتا ہے۔

اتفاق یہ ہے کہ لاہور پولیس تفتیشی رپورٹنگ کا ایک اچھا عنوان ہوسکتی ہے ریلوے اسٹیشن کے قریب واقع ہوٹلوں کے بارے میں سالہا سال سے یہ بات مشہور ہے کہ وہاں مسافروں، خاص طور پر مغربی ممالک سے آنے والے سیاحوں کے کمروں میں چپکے سے ہیروئن چھپا دیتے ہیں، پھر پولیس کو خبر کر دیتے ہیں کہ وہاں آئے اور چھاپہ مارے۔فطری بات ہے کہ اس وقت مسافروں کو اپنی جان بچانے کے لیے پولیس کو رشوت دینی پڑتی ہے۔ پولیس ملازم رشوت لے کر اس میں سے ایک مناسب حصہ ہوٹل والوں کے حوالے کرتے ہیں۔

پاکستان میں اور اس کی طرح دوسرے ترقی پذیر ملکوں میں ٹیلیفون کنکشن کی تقسیم بھی نہایت سنسنی خیز خبروں کا موضوع بن سکتی ہے۔اس مسئلہ کی وجہ سے پاکستان کو غیر ملکی تجارت سے اور ملک کے اندر روزمرہ کے کاروباری معاملات سے جو آمدنی ہوسکتی تھی اس میں بے پناہ نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔مغرب میں ٹیلیفون ایک ضرورت ہے، یہاں ایک سامان تعیش ہے۔

سب سے پہلے ان لوگوں کا پتہ چلائے جنہیں حال ہی میں ٹیلیفون کا کنکشن ملا ہے۔ کیا اس کے لیے انہیں رشوت دینی پڑی؟ اگر انہوں نے رشوت دی تو رقم کتنی تھی؟ ٹیلیفون کا محکمہ ہر سال ان لوگوں کے ناموں کی فہرست شائع کرتا ہے، جنہیں ٹیلیفون دیئے گئے۔اپنے لیے ایک ٹیلیفون کنکشن حاصل کرنے کی کوشش کیجئے یا کسی دوست کو آمادہ کیجئے کہ وہ کوشش کرے ۔رشوت کی پیشکش کیجئے۔اگر وہ رشوت لے لیں تو یہ دیکھئے کہ ٹیلیفون لگتا بھی ہے یا نہیں۔یہ بھی کتنی دلچسپ خبر ہوگی کہ رقم بھی اینٹھ لیتے ہیں اور کام بھی نہیں کرتے۔

کراچی میں جن لوگوں نے فون کنکشن کے لیے درخواستیں 1977ء میں دی تھیں۔انہیں 1989ء میں ٹیلیفون ملے۔آخر اتنا طویل انتظار کیوں؟ اس بارے میں ملک کے دوسرے بڑے شہروں کی فہرست بھی ہوگی۔ وہ حاصل کیجئے۔ اس خبر میں کاغذی یا دستاویزی سراغ رسانی کا خاصا مواد موجود ہے۔اب یہ معلوم کیجئے کہ ٹیلیفون کی تنصیب کے سلسلے میں اصلاح احوال کے لیے حکومت کسی طرح کی کوشش کر رہی ہے اور فی الواقعی ایسی کوئی کوشش ہو بھی رہی ہے یا نہیں۔تاجروں سے گفتگو کیجئے۔ پاکستان میں اور جو لوگ باہر رہتے ہیں ان سے پوچھئے کہ یہاں کی فون سروس کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں اور اس سے

کہیں ان کے کاروبار کو نقصان تو نہیں ہو رہا ہے۔ اسلام آباد میں اس اتھارٹی سے بات کیجئے جو فون کی کارکردگی کی نگران ہے۔ پھر اس محکمے کے اعلیٰ عہدیداروں سے بات چیت کیجئے۔ یہ ان خبروں میں سے ایک ایسی خبر ہوگی جن سے معلوم ہوگا کہ فون کی کارکردگی کی اصلاح کے لیے جو نظام وضع کیا گیا تھا، وہ فی الوقت موجود تو ہے، لیکن بے اثر ہوتا جا رہا ہے۔

کچھ اور خبریں لیجئے، جن میں دوسری طرح کے چیلنج موجود ہوں گے، ایک ایسے معاشرے میں جہاں دستاویزات کی مدد سے خبروں کے حصول کا طریقہ موجود نہیں یا موثر نہیں، وہاں سماجی مسائل کی سنگینی اور خرابیوں کی سطح کو جانچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ماہروں اور رپورٹروں کے تخمینوں پر انحصار کیا جائے۔ یاد رکھیئے کہ رپورٹروں کی بہت سے حقائق معلوم کرنے کے لیے اخلاقی حدود میں رہتے ہوئے اپنے طریقے خود وضع کرنے پڑتے ہیں۔

انصاف شرط ہے

رپورٹر کے پاس رشوت خور افسروں اور ایسے ہی دوسرے لوگوں کے خلاف خواہ شہادتوں کے پہاڑ کھڑے ہوں، لیکن اسے بہر حال ان افراد کو اپنی صفائی کا موقع ضرور دینا چاہیے اسے کہتے ہیں، انصاف سے کام لینا۔ ایک رپورٹر اور اس کے اخبار کے لیے نیک نامی اور سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ ہر فریق کو اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دے۔

خفیہ ذرائع

خفیہ اور آف دی ریکارڈ ذرائع کا استعمال اس وقت مناسب ہے جب ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے۔ ایسے میں رپورٹر کو چاہیے کہ اپنے ''ذریعے'' کو ریکارڈ پر آنے یعنی اپنا کام ظاہر کرنے کی درخواست کرے۔ اگر وہ پھر بھی انکار کر دے تو اس کی دی ہوئی اطلاع کو غور سے سننے اور ایک بار پھر پوچھے کہ کیا اس میں ایسی کوئی بات بھی ہے جو اس کے حوالے سے شائع کی جا سکے اور کیا اسے ایسی کسی حقیقت کا علم ہے؟ رپورٹر کو کسی نہ کسی ذریعے سے ایسی کوئی بات معلوم کرنے کی کوشش جاری رکھنی چاہیے جسے ریکارڈ پر لایا جا سکے، اور حوالے کے طور پر واوین کے درمیان پیش کیا جا سکے۔

خفیہ رہ کر خبریں حاصل کرنا

اپنی اصل شناخت کو چھپا کر خود کو کچھ اور ظاہر کرنا یا مدتوں خفیہ رہتے ہوئے خبریں حاصل کرنا یہ وہ طریقے ہیں، جن کے بارے میں صحافیوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اپنے آپ کو مختلف طور پر پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے مخاطب سے غلط بیانی کر رہے ہیں۔ لیکن خبر کے حصول کے اس طریقے کو آپ کیا کہیں گے کہ مثال کے طور پر امریکہ میں سیاہ فام نسل کے باشندوں کے ساتھ جائیداد کی خرید و فروخت کے معاملے میں نسلی تفریق کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اس شکایت کی تصدیق کے لیے سیاہ فام نسل کا ایک رپورٹر اسٹیٹ ایجنٹ کے دفتر میں جا کر لوگوں سے سن گن لیتا ہے، البتہ یہ ظاہر نہیں کرتا کہ وہ اخبار کا رپورٹر ہے، بلکہ خود کو کچھ اور ظاہر کرتا ہے۔ کیا اس طریقے کو غیر اخلاقی کہا جائے گا؟ ہمارا خیال ہے، نہیں۔ رپورٹر اپنی حیثیت کو چھپا کر کبھی پولیس کی حوالات میں، کبھی قید ہو کر جیل میں اور کبھی طالب علم بن کر ہوسٹل میں جا نکلتے ہیں اور وہاں سے حقائق کا انکشاف کرتے ہیں۔ ایسے رپورٹروں کو امریکی روزنامہ شکاگو ٹربیون کے رپورٹر ولیم ایکسٹن والڈ نے یہ مشورے دیئے ہیں، انہیں ہمیشہ یاد رکھیئے:

- O اپنا کام صحیح طرح انجام دیجئے اور لوگوں کی زندگیوں کو خطرے میں نہ ڈالیئے۔
- O ایک اچھی خبر بنانے کی لالچ میں لوگوں کو قانون شکنی پر ہرگز نہ اکسایئے۔
- O اپنے بارے میں ایک فرضی پس منظر بیان تو کیجئے لیکن جس حد تک ممکن ہو، صداقت سے قریب رہیے۔ رپورٹر کو چاہیے کہ اپنے اصل نام کے ایک حصے کو بجنسہ، باقی رکھے تاکہ اسے اسی نام سے یاد رکھا اور بلایا جا سکے اور جب وہ درخواستیں دے تو اپنے تجربات کا صحیح حوالہ دے، ہاں البتہ اسے اپنے رپورٹر ہونے کے بارے میں بتانے کی ضرورت نہیں۔ (مثلاً محمود احمد، خود کو احمد کے نام سے متعارف کرائیں)
- O قانون شکنی ہرگز نہ کیجئے۔

حقائق کی تصدیق

تفتیشی اور تحقیقاتی نوعیت کی خبروں میں چونکہ اختلاف کی گنجائش موجود ہوتی ہے اور ان کے سلسلے میں قانونی چارہ جوئی کا امکان بھی پایا جاتا ہے، لہٰذا رپورٹر کے لیے لازم ہے کہ اشاعت کے لیے دینے سے پہلے ان کی صحت کی تصدیق دو بار بلکہ تین بار کر لے۔ ہر

وہ بات جو ''آف دی ریکارڈ'' کہی گئی ہے: اگر ممکن ہو تو اس کی تصدیق کسی اور حوالے سے بھی کر لے۔ امریکہ میں اخباری قوانین سے متعلق ایسی فرمیں موجود ہیں جو قانونی مسائل سے بچنے کے لیے تفتیشی نوعیت کی خبروں کی چھان پھٹک کر لیتی ہیں۔ پاکستان میں بدقسمتی سے ایسا نہیں ہے۔ یہاں تو عام طور پر اس کا بوجھ حکومت ہی اٹھاتی ہے۔

خبر کی ساخت اور تحریر کا اسلوب

ایک تفتیشی رپورٹر کا سب سے مشکل کام یہ ہوتا ہے کہ سینکڑوں حوالوں، اعداد و شمار اور مشاہدات کو اختصار کے ساتھ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر کسی طرح ایک مربوط خبر یا متعدد خبروں کے ذریعے اپنے قارئین تک پہنچائے۔ خبر کے مختلف اجزا سے حقائق کا انکشاف ضرور ہونا چاہیے، لیکن یہ نہ ہو کہ تحریر ایک بے جان نثر کا نمونہ بن جائے۔ گویا کسی ثقہ عالم نے نہایت پیچیدہ موضوعات پر کوئی مقالہ سپرد قلم کیا ہو۔ رپورٹر کے تحریر کردہ مضامین مدلل اور معقول، تجزیاتی، پڑھنے میں دلنشین اور متوازن ہوں۔ تفتیشی خبریں دینے والے بڑے بڑے رپورٹروں نے اپنی تحریروں سے یہ ثابت کیا ہے کہ پروگرام کس طرح ناکام ہو جاتے ہیں اور لوگ کس طرح راہ مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں۔ وہ تبلیغ نہیں کرتے، البتہ مذمت کر سکتے ہیں۔ بہترین خبریں وہ ہوتی ہیں، جن میں مسائل کی وضاحت ہو، بڑے بڑے کرداروں کا تعارف ہو اور زیر بحث مسائل کے تاریخی پس منظر کی وضاحت ہو، اس کے بعد یہ اخبار کے قارئین، سیاست دانوں اور اداریہ نویسوں کا کام ہے کہ معاملات کو اپنے ہاتھ میں لیں اور ان پر رائے زنی کریں۔

تفتیشی اور تحقیقی نوعیت کی خبروں میں بسا اوقات پیچیدہ نوعیت کے طریق کار اور انتظامی امور کی تفصیلات درج ہوتی ہیں جن سے قاری الجھن میں مبتلا ہوتا ہے۔ رپورٹر کو چاہئے کہ تحریر سے پہلے اچھی طرح سوچ لے کہ وہ پیچیدہ تفصیلات کو آسان اور عام فہم نثر میں کس طرح بیان کرے گا۔ جب کسی خبر میں بہت سے مسائل داخل ہو جائیں تو تفتیشی بلکہ تحقیقی نوعیت کی خبر ایک قسط میں نہیں سماتی اور اسے سلسلہ وار مضامین کی صورت میں پیش کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح ایک ہی موضوع پر چار پانچ مضامین مرتب ہو جاتے ہیں اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ قارئین خبر کی تفصیلات کو آسان وقفوں کے درمیان پڑھ کر ذہن نشین

کرتے جاتے ہیں اوران کی طوالت ذہن پر بوجھ نہیں بنتی۔

تفتیشی رپورٹنگ کے سلسلے میں پاکستانی اخبارات کا کردار بتدریج ابھر کر سامنے آرہا ہے۔ دراصل آزاد صحافت کا تعلق ایک آزاد اور جمہوری معاشرے سے ہے۔ اگر ملک میں جمہوریت ہے اورعوام کے تمام شہری حقوق کی حفاظت کے لیے جمہوری ادارے موجود ہیں تو اخبارات بھی اپنا کردار آزادی کے ساتھ انجام دے سکیں گے بلکہ اپنی خوداعتمادی کی بدولت ان خطرات کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں گے جوعوام کی آزادی کے درپے نظر آئیں گے۔ پاکستانی اخبارات نے عام انتخابات کے دوران میں جہاں کہیں بھی بدعنوانی دیکھی فوراً اس کی نشاندہی کی۔ سودے بازی، دھونس، دھاندلی اور ہارس ٹریڈنگ کے واقعات کا پردہ چاک کیا۔ انتظامیہ کی جانب داری اور پولیس کے روایتی جبر کو بے نقاب کیا۔ مثلاً دسمبر 1990ء میں ملتان سے اس مفہوم کی خبر آئی کہ وہاں ایک دس سالہ بچی کو بے آبرو کیا گیا اور بعدازاں وہ ہلاک ہوگئی۔ ملزم عام اطلاع کے مطابق علاقے کے بااثر زمیندار تھے لیکن پولیس نے بچی کے باپ کو زنا بالجبر اور قتل کے الزام کے تحت گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا۔ یہ بات ناقابل یقین تھی، چنانچہ اس واقعے کی تفتیش کے لیئے ایک اعلیٰ افسر کو لاہور سے بھیجا گیا۔ پولیس افسر کی رپورٹ نے بھی مقامی پولیس کے موقف کی تائید کر دی۔ اس کے باوجود اخبارات نے اس واقعے کا سختی سے نوٹس لیا اور حقائق بے نقاب کیئے۔ فیصلہ تو بہرطور عدالت کرے گی لیکن کرائم رپورٹر اب پولیس کے روزنامچے کی صداقت کو آنکھ بند کر کے برحق نہیں مانتا۔

انہی دنوں اسلام آباد کے ایک روزنامے نے مرکزی حکومت کے ایک سابق سیکرٹری کی بدعنوانی کی خبر دستاویزی شواہد کے ساتھ شائع کر دی کہ موصوف نے جب وہ وزارت اوقاف میں سیکرٹری کے منصف پر فائز تھے، اپنے بیٹے کو زکوٰۃ فنڈ سے 30 لاکھ روپے کاروں کی خریداری کے لیے دلوائے، یہ کاریں ان کے محکمے کے اعلیٰ افسروں کے لیے تھیں لیکن وہ رقم بھی ملتان میں ایک ہوٹل کی خریداری میں کام آگئی۔ جب یہ خیانت پکڑی گئی اور ایف آئی اے نے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لیا تو صاحب موصوف نے 30 لاکھ کی رقم سرکاری خزانے میں جمع کرادی اور بعد میں اپنے اس عمل کی طرح طرح سے توجیہہ کرنے لگے۔ حالانکہ بددیانتی بہرحال بددیانتی ہے اور سرکاری خزانے میں غبن کے اس

واقعے کو کوئی ''با عزت'' نام نہیں دیا جا سکتا۔ منشیات کے انسداد میں پولیس اور کسٹم کے عہدیداروں کی ناکامی اور ان میں بد دیانت افراد کی مجرموں کے ساتھ ملی بھگت بعض سرکاری کارپوریشنوں میں سرمائے کی خورد برد اور بدنظمی، سرکاری لین دین خاص طور پر صحت اور تجارت کے شعبوں میں ناقص منصوبہ بندی اور غلط فیصلوں کے سبب رونما ہونے والے نقصانات اور اسی نوعیت کی دوسری خبریں ہمارے اخبارات میں شائع ہوتی آئی ہیں، جن سے رپورٹروں کی پیشہ ورانہ دیانت، فنی مہارت اور کردار کی پختگی کا پتہ چلتا ہے۔

فیچر ہو، خبر ہو یا کوئی تفتیشی رپورٹ ان میں اعداد و شمار کی بڑی اہمیت ہے، خاص طور پر اس صورت میں جب مشن کا تعلق معیشت، زراعت، صحت اور مالیات سے ہو اور جب ایسا ہو تو رپورٹر کو ایک ہی پیراگراف میں بہت سے ہندسوں کا ڈھیر لگانے سے گریز کرنا چاہیے۔ حقائق کا اور اعداد و شمار کا انبار لگا ہوا ہو تو عبارت کی روانی متاثر ہوتی ہے اور اسے پڑھ کر لطف نہیں آتا۔ مثلاً ہسپتال کے ایمرجنسی روم میں مریض کی کیفیت اور ڈاکٹر اور اس کے اسٹاف کی پیشہ ورانہ محویت سے ہر قاری کو دلچسپی ہوگی، لیکن ایمرجنسی روم کی یہ تصویر کہ یہ ایک طویل کمرہ ہے، جس کے باہر ''ریڈ روم'' کی تختی لگی ہوئی ہے، کمرے کا طول و عرض 30x24 فیٹ ہے اور اس میں طرح طرح کے آلات کا ایک جال سا بچھا ہوا ہے، جنہیں کوئی ڈاکٹر ہی سمجھ سکتا ہے۔'' ان تفصیلات سے قاری کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ ان میں انسانی دلچسپی کا کوئی عنصر موجود نہیں ہے۔

غیر ضروری اور روکھے پھیکے اعداد و شمار کو اپنی خبر یا فیچر میں داخل کرنے کے لیے وہی طریقہ اختیار کیجیے، جو رپورٹنگ کے باب میں بیان کیا جا چکا ہے، یعنی بلٹس کا استعمال ضروری حقائق اور اعداد و شمار، حتیٰ کہ بعض فکر انگیز نکات کو چند مختصر پیراگراف میں سمونے کے بعد آپ رسمی باتوں کو بلٹس (Bullets) کے ذریعے قارئین تک پہنچا سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ مثلاً مرکزی حکومت نے اپنے بجٹ میں مختلف ترقیاتی مقاصد کے لیے الگ الگ منصوبوں کے لیے جو رقوم مختص کی ہیں، انہیں ایک ایک سطر میں الگ الگ بیان کیا جا سکتا ہے بجائے اس کے کہ سارے اعداد و شمار کا انبار ایک ہی پیراگراف میں لگا دیا جائے۔

خیالات کی ہم آہنگی

اگر آپ کسی موضوع پر قسط وار رپورٹ لکھ رہے ہیں تو ہر قسط میں ایک الگ مسئلہ پر اظہار خیال کیجئے۔ اس قسط میں خیالات کا تسلسل اور ہم آہنگی ضروری ہے۔ ایک تحقیقی خبر کو لکھنے سے پہلے صحافی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے حدود متعین کر لے۔ بہت سے مسائل کو بیک وقت چھیڑنا اور کبھی ایک کی طرف اور کبھی دوسرے موضوع کی طرف لپکنا، تحریر کو گنجلک اور بے کیف بنا دے گا اور قاری اس کی پیچیدگیوں میں الجھ کر رہ جائے گا۔ مثال کے طور پر آپ ایک رپورٹ میٹرک کے طلبہ کی ناکامی کے اسباب پر مرتب کر رہے ہیں آپ نے دیکھا کہ اب کے برس میٹرک کے امتحانات میں 48 فیصد طلبہ ناکام ہو گئے۔ یہ ایک طویل موضوع ہے۔ اس پر مفصل خبر تیار کرنے کے لیے آپ کو بہت سے انٹرویوز کرنے ہوں گے۔ بہت سے اعداد و شمار درکار ہوں گے۔ یہ ایک طویل رپورٹ ہو گی جسے ایک ہی قسط میں سمیٹنا ممکن نہ ہو گا، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ آپ پورے موضوع کو اقساط میں بانٹ دیں۔ مثلاً اس طرح:

(1) میٹرک کا نتیجہ ایک نظر میں۔ پچھلے 5 سال کے نتائج سے تقابل۔ چند ناکام طلبہ سے گفتگو والدین کا ردعمل، اساتذہ اور ہیڈ ماسٹر سے انٹرویو۔ (پہلی قسط)

(2) طلبہ، والدین، اساتذہ اور ماہرین تعلیم سے گفتگو کی روشنی میں اس سوال کا جواب تلاش کرنا کہ طلبہ ناکام کیوں ہوتے ہیں- نصاب کی تدریس کا ناقص طریقہ اسکولوں میں ڈسپن کی کمی اور اسکولوں کی مسلسل بندش۔ (دوسری قسط)

(3) گھر اور معاشرے کا نقص ماحول، جو طلبہ کو تعلیم سے بیزار اور مطالعہ سے دور کرتا ہے (تیسری قسط)

(4) نصاب کے نقائص اور یہ کہ بچوں کو سفارش سے پاس کرا کے میٹرک میں پہنچا دیا جاتا ہے حالانکہ ان کی تعلیمی بنیاد کمزور ہوتی ہے۔ (چوتھی قسط)

(5) سفارشات اور تجاویز (آخری قسط)

یہ ایک سرسری مثال ہے۔ رپورٹر اس کی روشنی میں اپنی راہ خود متعین کر سکتے ہیں۔ منشیات اسمگلنگ، اسلحہ کی ناجائز تجارت اور لسانی تفرقے کے موضوعات پر مفصل اور قسط وار رپورٹیں پاکستان کے اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ رپورٹر کو ایسی قسط وار خبروں کو بغور پڑھنا چاہیے۔

کوئی خبر اگر تفتیش اور تلاش پر مبنی ہے اور اسے ایک سلسلہ وار مضامین کے تحت بیان کیا ہے تو اس کی ہر قسط کو سیر حاصل اور مکمل ہونا چاہیے۔ مناسب عنوانات کے تحت موضوع کی تقسیم، ہر نکتے کی وضاحت کے لیے موصولہ کوائف کی یکجائی اور جہاں ضروری ہو وہاں بلٹس کے استعمال سے بھاری بھرکم سلسلہ مضامین بھی قارئین تک خوش سلوبی سے پہنچائے جاسکتے ہیں۔

رپورٹر کے لیے یاد رکھنے کی باتیں:

- O کیا میں نے اپنے موضوع سے متعلق نظام کار کو سمجھ لیا ہے؟
- O کیا اپنے موضوع کو مناسب طور سے بیان کرنے کے لیے میں نے تحقیق کر لی ہے اور متعلقہ لوگوں کے ساتھ انٹرویو کر لیے ہیں؟
- O کیا میں نے ان تمام ذرائع سے مدد لے لی ہے جو موضوع کی رعایت سے میرے لیے مفید ہو سکتے ہیں؟
- O کیا میں نے وہی دانش مندانہ طریقہ اختیار کیا ہے جو تجربے سے مفید ثابت ہوا ہے، یعنی یہ کہ معمولی لوگوں سے ملاقات کر کے درجہ بدرجہ اہم لوگوں تک پہنچا اور آخر میں اہم ترین شخصیت سے ملاقات کی۔
- O کیا میں نے اپنی خبر کا آغاز ایک دلنشین اور چونکا دینے والے ابتدائیے سے کیا ہے؟
- O کیا اہم نکات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کے لیے بلٹس (Bullets) مرتب کر لی گئی ہیں؟
- O کیا پورے سلسلہ مضامین میں موضوع کی وضاحت تسلسل کے ساتھ ہوتی رہی ہے تاکہ قاری ان سے بے خبر رہے۔
- O کیا مشاہدات اور واقعات کا مناسب استعمال کیا گیا ہے؟
- O کیا اس پورے متن کو پڑھ کر ایک عام قاری کسی واضح نتیجے تک پہنچ سکے گا؟

☆☆☆